ترجمہ و تلخیص:

امام شاطبی کا نظریۂ اجتہاد

ڈاکٹر فریدۃ زوزو

ترجمہ: پروفیسر مسعود الرحمٰن خان

جو چیز دین اسلام کو تروتازہ رکھتی اور شریعت اسلامی کو پیش آنے والے نئے نئے مسائل کے حل کے قابل بناتی ہے وہ اجتہاد ہے۔ اجتہاد حق تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے مطلوب کے حصول اور مکلف کو اس کی خواہشاتِ نفس سے نکال کر ہدایتِ رحمانی اور مقاصد شرعی کی طرف پہنچانے اور اس کو اللہ کا اختیاری بندہ بنانے کا (جیسے کہ وہ اضطراری بندہ ہے) اہم وسیلہ ہے۔ میری خواہش تھی کہ اجتہاد کی عظیم اصل پر علماء کی آراء پر غور کروں جو کہ امت کی حیات اور کتاب وسنت کی پابندی کی ضامن ہے، جیسے کہ وہ اس کی موجودہ صورتِ حال اور تبدیلیوں کا ساتھ دینے کی کفیل ہے۔ فی الوقت میں نے اس موضوع پر امت کے ایک عظیم عالم امام شاطبی رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کو غور وفکر اور مطالعہ کے لئے چنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے احکام کی تنزیل کی حکمت واہمیت پر واقعتاً متنبہ کیا اور پھر ان اہم علوم کی طرف اشارہ کیا جن کی اس مقصد کے لئے ایک فقیہ کو ضرورت ہے۔ اجتہاد کے شرائط کو سمیٹ کر کم کرنے کی یہ دعوت اسلامی مطالعات کی تاریخ مین ایک نئے باب کا آغاز شمار ہوتی ہے۔ آج یہی دعوت اصولِ فقہ کی تجدید کے دعوؤں (خاص کر اصولی منہج) کے سیاق میں اٹھائی جا رہی ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے اجتہاد کی متعدد قسمیں بیان کر کے ان کی روشنی میں شرائط متعین کی ہیں۔ اس مقالہ میں بھی اسی اعتبار سے بحث کی جائے گی۔

شاطبی رحمہ اللہ سے پہلے اجتہاد کی تعریف:

(الف) لغوی تعریف:

لغت کے اعتبار سے اجتہاد مصدر جُھد بمعنی مشقت اور جَھد بمعنی طاقت سے ماخوذ

ہے۔ازہری نے کہا ہے: مقصد تک پہنچنے میں کوئی کسر نہ چھوڑنا جھد ہے، اس لئے اجتھاد اور تجاھد کوشش کرنا، اور مجہود مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا۔(۱) فیروز آبادی نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے: جھد بمعنی طاقت، تجاھد، اجتھاد کی طرح بمعنی کوشش کرنا۔(۲) اس لئے ہم گٹھلی یا کتاب اٹھانے کے لئے اجتھد کا لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ بھاری چکی اٹھانے کے لئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔قرآنِ کریم میں بھی تین جگہ جھد (جیم کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ) کوشش کرنے اور طاقت کے معنی میں دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ط (النور:۵۳)

انھوں نے پوری طاقت سے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَ هُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ط (فاطر:۴۲)

انھوں نے پوری قوت سے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت یاب ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ط (التوبۃ:۷۹)

اور ان لوگوں پر جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت و مشقت بھر، تو منافقین ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔اللہ ان کو مذاق اڑانے کی سزا دے۔

(ب) اصولی علماء کی تعریف:

اصول فقہ کے ماہر علماء (آئندہ صرف اصولی علماء لکھا جائے گا) کے ہاں اگرچہ اجتہاد کی متعدد تعریفات ملتی ہیں لیکن بیش تر میں صرف الفاظ اور عبارتوں کا فرق ہے، مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک اجتہاد یہ ہے کہ احکامِ شریعت کا علم حاصل کرنے میں مجتہد پوری کوشش صرف کر لے اور اجتہادِ تام یہ ہے کہ اتنی زیادہ کوشش کرے کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہ ہو۔(۳)

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی☆

قاضی بیضاوی کے نزدیک اجتہاد یہ ہے کہ: ''احکام شریعت کی سمجھ حاصل کرنے میں پوری کوشش صرف کردی جائے۔'' (۴)

ابن قدامہ مقدسی کے نزدیک اجتہاد احکام شرع کے علم میں کوشش کرنے کو کہتے ہیں۔ (۵)

آمدی کے نزدیک اجتہاد یہ ہے کہ ''احکام شرعی کے ظن کے حصول میں مقدور بھر کوشش کی جائے کہ اس سے مزید کوشش سے نفس عاجز ہو۔'' (۶) یہ تعریف امام غزالی کو مذکورہ بالا تعریف سے مشابہ ہے اور اسی تعریف کو عبدالعزیز بن احمد بخاری نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں اخذ کیا ہے۔ (۷)

بعض فقہی مسالک سے متعلق اجتہاد کی یہ کچھ تعریفیں ہیں۔ آخری تعریف اگرچہ کچھ مختلف ہے، مگر پھر بھی وہ سب آپس میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ ان تعریفوں میں درج ذیل باتوں پر اتفاق ہے:

۱۔ اجتہاد کا کام اجتہاد کی شرائط پوری کرنے والے بالغ مسلم مجتہد کے لئے مخصوص ہے۔ یہ بات تعریف کے شروع کے الفاظ ''بذل'' اور ''استفراغ'' سے معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ اجتہاد سے مطلوب و مقصود حکم شرعی کے علم یا ظن کے حصول کے لئے مقدور بھر کوشش کرنا ہے، اس لئے کہ بیش تر شرعی احکام ظنی ہیں۔

۳۔ حکم شرعی حاصل کرنے کے لئے پوری کوشش کرنے کا تعلق، اعتقادی، لغوی اور حسی احکام سے نہیں ہے، اس لئے کہ یہ احکام اجتہاد کے طریقہ سے حاصل نہیں ہوتے۔

ان تعریفوں کی روشنی میں اب ہم اس موضوع پر شاطبی کے خیالات کا جائزہ لیتے ہیں:

۲۔ امام شاطبی کے نزدیک اجتہاد کی تعریف:

شاطبی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ''اجتہاد: حکم (شرعی) کا علم یا ظن حاصل کرنے کے لئے مقدور بھر کوشش کرنے کا نام ہے۔ (۸) مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شاطبی نے اجتہاد کی تعریف بیان کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی ہے، بلکہ ان کی یہ تعریف اجتہاد کی اقسام و انواع کے متعلق ان کی گفتگو کے دوران میں ہم کو ملی ہے۔ بہر حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاطبی اجتہاد کی اپنی تعریف میں سابق اصولی علماء کی تعریف سے باہر نہیں نکلے ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ شاطبی اپنی گفتگو کے دوران میں اجتہاد کی تقسیم (اس کی وہ نوع جس میں لغت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ نوع جس میں اس کی

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ضرورت نہیں ہوتی، وہ نوع جس میں مقاصد کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ نوع جس میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی) کے بیان میں زیادہ مشغول تھے۔ آخر میں انھوں نے شرائط اجتہاد کو دو شرطوں میں مرکوز کر دیا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ شاطبی کی توجہ اجتہاد کے عمل کی کیفیت، شرعی مدارک سے احکام کے استنباط میں اجتہاد کے استعمال اور ان کی محال (جگہوں) پر ان کی تنزیل و ایقاع (تطبیق) کی کیفیت پر مرکوز تھی، اسی لئے انھوں نے اجتہاد کی تقسیم کی طرف زیادہ توجہ کی۔

۳۔ امام شاطبی کے نزدیک اجتہاد کی قسمیں:

شاطبی نے اجتہاد کی اقسام دو اعتبارات سے کی ہیں: (اول) حاجت کے لحاظ سے (دوم) شارع کے اعتبار سے۔

اول: حاجت کے لحاظ سے اجتہاد کی اقسام:

(الف) وہ اجتہاد جو اس وقت تک منقطع نہیں ہوتا جب تک کہ اصل تکلیف منقطع نہ ہو۔

(ب) وہ اجتہاد جس کا دنیا کے فنا ہونے سے پہلے منقطع ہونا ممکن ہے۔(۹) پھر تمام سابق قسموں کی قسم در قسم تقسیم ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(الف) وہ اجتہاد جس کا منقطع ہونا ممکن نہیں (تحقیق المناط):

''یہ تحقیق مناط سے متعلق اجتہاد ہے۔''(۱۰) اس نوع کو اسی قسم میں محصور کرنے میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شاطبی سے پہلے غزالی نے بھی یہی کہا ہے۔(۱۱) علماء کے درمیان اس قسم میں اختلاف نہ ہونا اس کی حقیقت و ماہیت کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ شاطبی کے نزدیک تحقیق مناط کا مطلب یہ ہے کہ ''حکم اس کے شرعی مدرک سے ثابت ہو، لیکن اس کے محل (مقام) کی تعیین میں نظر (غور وفکر) کی گنجائش باقی رہے۔''(۱۲) اس لئے یہ نوع اس کے مدرک شرعی اور اس کی دلیل سے حکم مستنبط کرنے سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اس کی ماہیت استنباط کردہ حکم کی زیر نظر محل (جگہ) پر تطبیق یا تنزیل میں پوشیدہ ہے۔ اجتہاد کی ایک قسم بننے سے پہلے اس نوع کے ساتھ اصولی علماء کا تعامل بہت تنگ دائرہ میں تھا اور قیاس کے باب کی علت کی بحث کے مطلب مسالک، الکشف عن العلة میں محصور تھا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

اصولی علماء کے نزدیک مناط الحکم خود علت ہے، چنانچہ امام غزالی نے کہا: ''شرعیات میں ہم علت سے مناط الحکم مراد لیتے ہیں، یعنی شرع نے جس طرف حکم کی نسبت کی، اس کو اس سے متعلق کیا اور اس کو اس کی علامت بنایا۔'' (۱۳) ہمارا خیال ہے کہ شاطبی سے پہلے امام غزالی نے مناط احکام کی تحقیق کے لئے اجتہاد کے وجوب میں سبقت کی ہے۔ چنانچہ غزالی کہتے ہیں: ''مناطِ حکم کی تحقیق میں اجتہاد کے جواز کے بارے میں امت کے درمیان کسی اختلاف کا ہم کو علم نہیں۔'' (۱۴) لیکن انہوں نے دیگر اصولی علماء کی طرح اس نوع کے اجتہاد کو ''**مجاری الاجتهاد بالعلل**'' (۱۵) میں محصور کر دیا اور اس کو عام اصول یا کلی اجتہاد کی قسموں میں سے ایک قسم نہیں بنایا، جیسا کہ ان کے بعد شاطبی نے کیا۔ یہاں شاطبی کا امام غزالی سے استفادہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، بلکہ بعض باحثین نے اس کو یقینی مانا ہے۔ چنانچہ احمد ریسونی کہتے ہیں: ''شاطبی کا غزالی سے استفادہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ شاطبی کی ''الموافقات'' اور ''الاعتصام'' میں اس کے دسیوں شواہد موجود ہیں۔'' (۱۶)

اب ہم اس نوع کی تفسیر وتوضیح اور اس کی اہمیت کے بیان کے لئے شاطبی کی طرف لوٹتے ہیں۔ شاطبی اس پر عمل کی حجیت کے بیان میں کہتے ہیں: ''اس بارے میں تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ شریعت نے ہر جزئیہ کا حکم علیحدہ علیحدہ منصوص نہیں کیا ہے، بلکہ کلی امور اور مطلق عبارتوں کا استعمال کیا ہے جو بے شمار اعداد کو شامل ہوتی ہیں، اس کے باوجود ہر معین امر کی ایک الگ خصوصیت ہوتی ہے جو دیگر امور میں نہیں ہوتی۔ نفس تعیین میں بھی نہیں۔'' (۱۷) اس طرح تکلیف کے زمانہ کے امتداد سے تحقیق مناط ممتد ہوتا ہے اور اس سے ہر زمانہ کے مکلفین کے افعال پر احکامِ شریعت کی تطبیق میں تحقیق مناط کا دور نمایاں ہوتا ہے، اس لئے شاطبی کہتے ہیں: ''اگر اس اجتہاد کے ارتفاع کو فرض کر لیا جائے تو مکلفین کے افعال پر احکامِ شریعت کی تطبیق صرف ذہن میں رہ جائے گی۔'' (۱۸)

چنانچہ احکامِ شریعت عام قواعد میں شامل ہو کر آئے، دیگر احکام مفصل اور مجمل آیات میں آئے، کچھ احکام مخصوص تھے اور بعض احکام کے الفاظ عام تھے، مگر مکلفین کے افعال اور ان کے نوازل (نئے نئے مسائل) بہت تھے، جو ایک شخص سے دوسرے شخص، ایک ماحول سے دوسرے ماحول اور ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں تغیر پذیر تھے۔ یہ ایسی بات تھی جو ہر فعل اور نازلہ کو اس سے متعلق حکم دینے کے لئے دائمی غور وفکر اور اجتہاد کی طالب تھی، تاکہ احکامِ شریعت کی خود بخود تنزیل وتطبیق نہ ہو، اس لئے کہ یہ احکام کی تطبیق سے مطلوب مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے

شریعت کے عام قواعد وکلیات کے خلاف ہے، خواہ مناط معین ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ہر معین کی ایک خصوصیت ہوتی ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتی، نفس تعیین میں بھی نہیں۔(۱۹) تحقیق مناط کا یہ عمل ہر ناظر، حاکم، مفتی کے لئے (۲۰) بلکہ خود ہر مکلّف کے اپنے نفس میں ضروری ہے۔'' (۲۱) تحقیق مناط کے لئے حاجت کی وجوہ کے بیان کی غرض سے شاطبی نے درج ذیل مثالیں دی ہیں:

۱۔ حاکم کی نظر اور اس کا اجتہاد:

''کسی نے فقراء کے لئے اپنے مال کی وصیت کی، اب لوگوں میں کوئی ایسا ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اس پر فقر کا اثبات ہوتا ہے تو وہ اہل وصیت میں ہوگا۔ دوسرا ایسا ہے کہ جس کو حاجت ہے نہ فقر، مگر مالک نصاب نہیں ہے۔ ان دونوں قسموں کے درمیان کوئی ایسا ہے کہ اس کے پاس کچھ (بقدر کفایت) ہے مگر فراخی نہیں، تو ایسے شخص کے بارے میں غور کیا جائے گا کہ اس پر فقر کا حکم غالب ہے یا غنا (مال داری) کا؟(۲۲) اب اس نازلہ کے تحقیق مناط میں حاکم کا کردار آتا ہے کہ وہ مراتب فقر معلوم کرنے پر غور کرے، تاکہ وصیت کرنے والے کا مقصد حاصل ہو۔

۲۔ قاضی کی نظر اور اس کا اجتہاد:

دوسری مثال فقہاء کے نزدیک معلوم ہے، مگر شاطبی کی نظر اپنے مقصود تک پہنچی، کہتے ہیں: ''عدالتی قواعد میں یہ ہے کہ ''مدعی کو دلیل پیش کرنا ہے اور انکار کرنے والے کو قسم کھانا ہے۔'' اب قاضی کو اس قضیہ پر حکم دینے، بحث کی رہنمائی کرنے اور فریقین کے مالہ وماعلیہ طلب کرنے کا اس وقت تک اختیار نہیں ہے جب تک کہ وہ مدعی علیہ کی بات کو سمجھ نہ لے۔ یہی اصل قضاء ہے، یہ غور و فکر، اجتہاد اور دعوے کو دلیل کی طرف لوٹائے بغیر متعین نہیں ہوتا اور یہ بعینہ تحقیق المناط ہے۔ (۲۳)

۳۔ خود مکلّف کی نظر اور اس کا اجتہاد:

شاطبی کا خیال ہے کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو صرف مکلّف سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ اسی کے سوچنے سمجھنے سے حل ہو سکتے ہیں، اس لئے ان پر غور وفکر اور اجتہاد خود اس کے لئے ضروری ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''ایک شخص نے جب یہ فقہی مسئلہ سنا کہ نماز میں بھول کر نماز کی جنس سے الگ افعال انجام دیئے جائیں تو اگر وہ افعال کم ہوں تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہوں تو معاف نہیں۔ اب

واقعی اس کی نماز میں کوئی زیادتی ہوگئی تو اس پر اسی کو غور کرنا ہے، تاکہ مذکورہ بالا دو قسموں (عمل قلیل یا کثیر) میں سے کون سا اس سے سرزد ہوا ہے۔ یہ اجتہاد اور غور وفکر کے بغیر ہو نہیں سکتا، جب زیادتی کی دونوں قسموں میں سے وہ ایک قسم متعین کرلے گا تو اس کو مناطِ حکم حاصل ہوگیا، اب وہ اس سے متعلق حکم کو جاری کرے گا، اسی طرح تمام تکلیفات کا حکم ہے۔'' (۲۴)

(ب) وہ اجتہاد جس کا منقطع ہونا ممکن ہے:

شاطبی نے اس اجتہاد کی تین قسمیں کی ہیں:

۱۔ تنقیح المناط: شاطبی نے اس کی تعریف بیان نہیں کی ہے، بلکہ اس کی کنہ و ماہیت کی وضاحت یہ کہتے ہوئے کی ہے: ''حکم کا معتبر وصف دوسرے وصف کے ساتھ نص میں مذکور ہو، پھر اجتہاد سے اس کی تنقیح کی جائے۔ یہاں تک کہ معتبر اور لغو کی تمیز ہو جائے۔'' (۲۵)

شاطبی نے پھر ان کی تفصیل بیان کی نہ اس کی مثال دی، بس یہ کہا: ''یہ ظواہر کی تاویل کی طرف راجع ہے اور کتب اصول (فقہ) میں تفصیل سے مذکور ہے۔'' (۲۶) اس کی وجہ سے یہاں کئی سوالات اٹھتے ہیں: شاطبی نے اس نوع کی تفصیل کیوں بیان نہیں کی؟ کیا یہ دوسری انواع کے ساتھ بھی ان کی عادت ہے؟ جب کہ یہ معلوم ہے کہ اصولی علماء نے تنقیح مناط پر تفصیل سے مطالعہ کیا ہے، لیکن ان کا یہ مطالعہ قیاس کے باب کی علت کی بحث میں ہے، پھر شاطبی نے اس کو اجتہاد کی انواع میں کیوں شمار کیا؟ جواب یہ ہے کہ امام غزالی کی تعریف کے مطابق تنقیح المناط یہ ہے کہ ''شارع حکم کی نسبت ایسے سبب کی طرف کرے جس سے متعلق اوصاف کا حکم کی نسبت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لہٰذا ان اوصاف کا اعتبار کے درجہ سے حذف کرنا واجب ہو، تاکہ حکم میں وسعت پیدا ہو۔'' (۲۷) اصولی علماء کے نزدیک اس نوع کی مشہور مثال رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے بدو کی ہے جس کے کفارہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے علت کا استخراج کیا گیا ہے۔ اس مثال میں حکم درج ذیل باتوں سے متعلق ہے:

- کس سے جماع کا فعل سرزد ہوا؟ بدو سے۔
- کس پر جماع کا فعل واقع ہوا؟ بدو کی بیوی پر۔
- خود فعلِ جماع
- جماع کے وقوع کا زمانہ؟ رمضان میں دن کا وقت۔

یہاں مناط کی تحقیق اس طرح ہوگی کہ جس چیز کا تاثیر میں دخل نہیں ہے اس کو حذف کر دیں اور جس کی حکم میں تاثیر ہے اس کو حکم سے متعلق کریں۔ لہٰذا خود بدو سے حکم غیر متعلق ہے اس لئے کہ یہ واقعہ کسی دوسرے بدو، یا عربی یا عجمی سے ہوسکتا تھا، اسی طرح خود بدو کی بیوی سے حکم غیر متعلق ہے، اس لئے کہ یہ واقعہ بدو کی لونڈی یا کسی دوسری عورت کے ساتھ زنا کی شکل میں پیش آسکتا تھا، جو اور زیادہ شدید حادثہ ہوتا، اسی طرح حکم اسی مخصوص رمضان سے غیر متعلق ہے، اس لئے کہ واقعہ کسی اور رمضان یا رمضان کے کسی اور دن ہوسکتا تھا۔ اب صرف ایک وصف بچا اور وہ ہے خود جماع کا فعل جس سے حکم متعلق ہے۔

اس طرح کا اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہاء رحمہم اللہ جمیعًا کے زمانوں میں معروف تھا، یعنی حکم ومسئلہ کے کئی غیر معتبر اوصاف کو حذف کردیا جائے، تاکہ حکم ایک عام معتبر وصف سے جوڑ دیا جائے اور اس عام وصف میں مکمل غور وفکر ہو، تمام اوصاف پر ہمیشہ غور وفکر کی حاجت نہ ہو۔

۲۔ تخریج المناط: ''حکم پر دلالت کرنے والی ایسی نص کی طرف راجع ہوتا ہے جس میں مناط کا ذکر نہ ہو، تو گویا کہ مناط کو بحث وتلاش کے ذریعہ نکالا گیا، یہ قیاسی اجتہاد ہے، جو کہ معلوم و معروف ہے۔'' (۲۸) یعنی اگر علت کا کوئی دوسرا بیان نہ ہو تو وہ اس وصف کو معلوم کرنا ہے جو علت بن سکے اور یہ قیاسی اجتہاد کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔

شاطبی کی تعریف سے قریب تعریف شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہے، وہ کہتے ہیں: ''عام طور پر تخریج المناط ایسے مقصد کی طرف لوٹتا ہے جس کا اعتبار یا اس کی نظیر کا اعتبار مسئلہ کی نظیر میں ظاہر ہو، یہ کوئی اٹکل بات نہیں ہے، اس لئے تعارض کے وقت مقصد یا ترجیحی مانع کے فقدان کی وجہ سے مقداروں کو تلاش کرنا چاہئے کہ وہ نظائر کے برخلاف کیوں متعین کی گئیں اور عموم کے مخصصات کو تلاش کرنا چاہئے کہ وہ کیوں مستثنیٰ ٹھہرائی گئیں۔'' (۲۹)

اس لئے مجتہد شرعی خطاب میں پھیلے ہوئے جزئیات کی ورق گردانی کرتا ہے اور ان جزئیات میں مشترک معانی پڑھتا ہے اور احکام میں منتشر کلیات اور عام قواعد کا استخراج کرتا ہے، تاکہ اصولی علماء ان نوازل اور نئے نئے مسائل کے حل معلوم کریں جن کے خاص احکام موجود نہیں ہیں۔ ان عام کلیات ومعانی کے استخراج کے بعد مجتہد کو کسی نازلہ کی خصوصیت کے لئے خاص دلیل کی

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالی: الفقهاء كلهم عيال ابی حنيفه فی الفقه ☆

حاجت نہیں ہوگی، بلکہ خواہ وہ خاص ہو، مجتہد پڑھے ہوئے عام معنی کے تحت قیاس یا غیر قیاس کا اعتبار کئے بغیر اس پر حکم لگائے گا۔ (۳۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شاطبی نے تخریج المناط کو انواعِ اجتہاد میں سے کیوں شمار کیا، جبکہ اصل تکلیف کے انقطاع سے پہلے اس کا منقطع ہونا ممکن ہے۔ شاطبی نے اس کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک مثال ہم نقل کرتے ہیں جو رفعِ حرج سے متعلق ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''مثال کے طور پر اگر ہم فرض کریں کہ دین رفعِ حرج کے بارے میں عموم کا صیغہ مفقود ہے، ہم یہ عموم متعدد خاص مختلف الجہات نوازل سے مستنبط کرتے ہیں جو کہ رفعِ حرج کی اصل پر متفق ہیں۔ جیسے کہ تیمم پانی کی تلاش میں مشقت کے موقع کے لئے، بیٹھ کر نماز کھڑے ہونے میں تکلیف کے موقع پر، نماز قصر اور روزہ نہ رکھنا سفر میں، جمع بین الصلوٰتین سفر، مرض اور بارش میں، کفر یہ کلمہ منہ سے نکالنا اذیت یا قتل کے خوف سے، مردار کا حلال ہونا جان کے خطرہ کے وقت، کسی بھی سمت نماز قبلہ کا رخ نہ معلوم ہونے کی حالت میں...... اور دیگر بہت سی جزئیات جائز اور مشروع ہیں اور ان سے شارع کا رفعِ حرج کا قصد حاصل ہوتا ہے، لہٰذا ہم استقراء پر عمل کرتے ہوئے تمام ابواب میں مطلق رفعِ حرج کی بنیاد پر حکم لگا سکتے ہیں، گویا کہ وہ لفظی عموم ہے۔'' (۳۱)

۳۔ تحقیق المناط الخاص: ''جس صورت میں مناطِ حکم ثابت ہو اس میں تحقیق مناط کی طرف لوٹنا'' (۳۲) وہ اس بات سے عبارت ہے کہ ''ہر مکلف پر تکلیفی دلائل کے وقوع کے اعتبار سے اس طرح سے غور وفکر کرنا کہ اس سے شیطان اور خواہشاتِ نفس کے مداخل اور عاجل حظ پسندی کا پتہ لگے، پھر مجتہد مکلف پر ان مداخل سے بچنے کی قیود کے ساتھ حکم لگائے۔ (۳۳) یہ غور وفکر کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے۔

مناطِ خاص کی تحقیق کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ''فی نفسہٖ ہر مکلف کے لئے مختلف اوقات، حالات اور اشخاص کے اعتبار سے جو مناسب ہو اس پر غور کیا جائے، اس لئے کہ اعمال قبول کرنے میں نفوس ایک حال میں نہیں ہوتے۔'' (۳۴) یہ نوع بہت سے متعین افراد کے افعال یا فاعلین یا احداث کے مناطات کی تحقیق سے متعلق ہے۔ اب یہاں غور وفکر معین ذات کے لحاظ سے، پھر زمان ومکان کے متعلقہ حالات کے اعتبار سے ہوتی ہے، تو یہاں تحقیق مناط کی ابتداء ذات میں پھر ہر مکلف کے زمانہ و حالت میں غور وفکر سے ہوتی ہے۔ شاطبی نے اس نوع کے اجتہاد کی بہت سی

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

مثالیں دی ہیں جو بیک وقت دلائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے اس نوع کی حجیت کی شرعی سند بھی ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں افضل اعمال اور خیر اعمال کے بارے میں پوچھا گیا اور کبھی آپ نے خود ہی بتایا، مگر متعدد اعتبارات کے لحاظ سے مختلف جوابات دیئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ایمان باللہ۔ پوچھا گیا: پھر کیا؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ پوچھا گیا: پھر کیا؟ فرمایا: حج مبرور (مقبول حج)۔ ایک اور موقع پر پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ جواب دیا: وقت پر نماز۔ پوچھا گیا: پھر کیا؟ جواب دیا: والدین کے ساتھ حسن سلوک، پوچھا گیا: پھر کیا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔(۳۵)

۲۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا: کون سا مسلمان بہتر ہے؟ فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ پوچھا گیا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو جانتے ہو اور جس کو نہ جانتے ہو۔ اور بھی مثالیں شاطبی نے بیان کی ہیں۔(۳۶)

دوم۔ شارع کے اعتبار سے اجتہاد کی اقسام:

شاطبی کے نزدیک شارع کے اعتبار سے اجتہاد کی دو قسمیں ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے:

''شریعت میں اجتہاد کی دو قسمیں ہیں: (الف) شرعاً معتبر اجتہاد۔ (ب) شرعاً غیر معتبر اجتہاد۔'' (۳۷)

(الف) شرعاً معتبر اجتہاد:

شرعاً معتبر اجتہاد وہ اجتہاد ہے جس کا حکم شارع کے ہاں اعتبار کا ہے، اس لئے کہ وہ سند یافتہ اہل اختصاص علماء (Competent Specialist Experts) سے صحیح بات تک پہنچنے کے لئے صادر ہوا ہے اور وہ مجتہد کے لئے مطلوب شرائط پوری کرتے ہیں، خواہ وہ غلطی کریں، اس لئے کہ انھوں نے اجتہاد کے صحیح طریقہ کی اتباع کی ہے۔ اس نوع کے بارے میں شاطبی کہتے ہیں:

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

''وہ اجتہاد کے اہل ان علماء سے صادر ہوا ہے جنہوں نے اجتہاد کے لئے ضروری علم و فہم و تجربہ حاصل کیا ہے۔'' (۳۸) اجتہاد کی یہ قسم اصولی علماء کی بحث و نظر کی چیز ہے۔

(ب) شرعاً غیر معتبر اجتہاد:

شرعاً غیر معتبر اجتہاد وہ ہے جو ایسے شخص سے صادر ہو جس کے پاس اصولی علماء کے نزدیک معروف وسائل اجتہاد نہ ہوں۔ اس کے نتیجہ میں وہ خواہشاتِ نفس کی اتباع میں ملوث ہوگا اور اس کی رائے بھی نفسانی ہوٰی و ہوس کا پرتو ہوگی۔ اس کے بارے میں شاطبی نے لکھا ہے: ''یہ وہ نوع ہے جو ایسے شخص سے صادر ہو جو اجتہاد کے لئے مطلوب وسائل سے واقف نہ ہو۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ محض خواہش نفس اور کسی ذاتی مقصد کے لئے سوچتا ہے، اندھیرے میں خواہش نفس کی پیروی کے لئے ہاتھ پیر مارتا ہے۔ اس طریقہ سے جو رائے بھی صادر ہوگی وہ بلاشبہ غیر معتبر ہوگی، اس لئے کہ وہ اللہ کے اتارے ہوئے حق کے خلاف ہے۔'' (۳۹)

شرعاً معتبر اجتہاد کے حصول اور غیر معتبر اجتہاد سے بچنے کے لئے شاطبی نے اجتہاد کے لئے چند منہجی شرائط وضع کی ہیں جن کی تکمیل کے بغیر اجتہاد غیر معتبر ہوگا۔

۴۔ شاطبی کے نزدیک شرائط اجتہاد:

مجتہد کے لئے شرائط متعین کرنے میں شاطبی نے ''مقاصد کے مزاج سے وسائل کا مزاج متعین ہوتا ہے'' کے اصول پر عمل کیا ہے اور شرائط اجتہاد کی ایسی اقسام وضع کی ہیں جو اصولی علماء کے نزدیک معروف نہیں تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شاطبی نے (الموافقات میں) کتاب الاجتہاد کے مقدمہ میں جو اقسام وضع کی تھیں انہی کو مزید وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ انھوں نے کتاب الاجتہاد کی ابتداء میں موضوع کتاب کے تعارف کے بجائے اقسام بیان کرنی شروع کر دیں، تا کہ ہمارے سامنے وہ عام فریم ورک پیش کریں جو وہ شریعت اور اس کے احکام کے محال و نوازل پر تطبیق میں کلی اصول اور تطبیقی اصل کے لحاظ سے اجتہاد سے چاہتے ہیں اور یہی وہ کردار ہے جو ہر زمان و مکان میں اجتہاد سے جڑا ہوا ہے، پھر انھوں نے مجتہد کے لئے دو شرطیں متعین کیں: (۱) مقاصد شریعت کی معرفت یا فہم کامل۔ (۲) اس فہم کی روشنی میں احکام کے استنباط کی قدرت۔ اسی سیاق میں کتاب الاجتہاد میں ان کا یہ قول ہے: ''درجۂ اجتہاد اس عالم کو حاصل ہوتا ہے جو دو صفتوں سے متصف ہو،

اول: مقاصدِ شریعت کا مکمل فہم، دوم: اس فہم کی بنیاد پر استنباطِ احکام کی قدرت، یہ صفت پہلی صفت کی خادم جیسی ہے، اس لئے کہ اس پر قدرت انہی معارف کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے جن کی فہمِ شریعت میں اولاً ضرورت ہوتی ہے۔'' (۴۰)

اول: مقاصدِ شریعت کا مکمل فہم:

چونکہ مقاصد شریعت کا ستون شمار ہوتے ہیں، جن کے بغیر نصوص کا فہم صحیح نہیں ہوتا، اس لئے کہ شرعی دلائل سے شرعی احکام اس بنیاد پر حاصل کئے جاتے ہیں کہ وہ شارع کا مقصود ہیں۔(۴۱) شاطبی اسی طرح یہ کہتے ہیں: ''عالم سے زیرِ اجتہاد معنی میں لغزش بیش تر مقاصدِ شارع کے اعتبار میں غفلت کی وجہ سے سرزد ہوتی ہے۔'' (۴۲) استاذ دراز نے اس کی وضاحت میں کہا ہے: ''جب ہم علم اصول کے تمام مسائل کی ورق گردانی کریں تو یقیناً ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ وہ شریعت کے تین کلیات پر مبنی ہیں۔'' (۴۳) لیکن شیخ ابو زہرۃ نے مسئلہ کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مجتہد کو یہ معلوم ہونا واجب ہے تاکہ قیاس کی وجوہ، مناطِ احکام اور مناسب اوصاف معلوم کر سکے، اگر وہ ان لوگوں میں ہو جو رائے میں قیاس پر انحصار نہیں کرتے، بلکہ اس سے بڑھ کر مصالحِ مرسلہ اور مرسل سے استدلال کا کام لیتے ہیں...... بے شک انسانی مصالح کی معرفت مقرر ثابت اصولوں میں سے ایک اصل ہے اور یہ اجتہاد کی بنیاد ہے۔'' (۴۴)

اصل میں شاطبی نے مجتہد کے لئے مقاصدِ شریعت کی فہم کی شرط لگا کر دو باتیں چاہی ہیں: ایک ایسا عام فریم ورک بنائیں جس سے اصولی علماء اور فقہاء کے اختلافات زائل یا کم کریں (ان اختلافات سے ان کی تصنیفات بھری پڑی ہیں) جیسے ہر علم کی مقدارِ علم سے متعلق باتیں، مجتہد پر آیات کی ایک متعین تعداد کی معرفت اور احادیث کی ایک متعین تعداد کا حفظ اور ان کی سندوں سے واقفیت اور ناسخ و منسوخ کا علم اور علم اصول فقہ کے تمام مباحث۔(۴۵) دوسرے وہ یہ چاہتے تھے کہ دین میں بدعت (نئی نئی باتیں پیدا کرنے) کے فتنہ کا ہر راستہ اور ذریعہ بند کر دیں، اس لئے کہ ''شریعت میں نئی نئی باتیں پیدا کرنا مقاصدِ شریعت سے عدم واقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (۴۶)

اس لئے شاطبی نے اختلافی چیزوں میں سر کھپانے سے کنارہ کش ہو کر شارع حکیم کے مقاصد کی بات کی، جس کے بارے میں اختلاف ناممکن ہے، اس طرح اجتہاد اور اس کے کردار کے

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

فہم میں ان کی سوچ بہت گہری تھی، یعنی اجتہاد سے محض استنباط احکام مقصود نہیں، بلکہ حکیم شارع کے مقصود تک پہنچنا ہے جو احکام شریعت اور اس کے عام کلیات میں پھیلا ہوا ہے، تا کہ شارع کے مقصود کے مطابق احکام کا استنباط ہو اور لوگوں کو حرج اور تنگی میں نہ ڈالا جائے۔ (۴۷)

جب اجتہاد کا مقصد شریعت کے تمام قواعد اور مقاصد کے اولین فہم کے ساتھ حکیم شارع کے مقاصد کا حصول قرار پایا تو ایسا لگتا ہے کہ اصولی علماء کی وضع کردہ شرائط اجتہاد کا مطلوبہ کردار حاصل کرنے سے دور ہیں۔ کیا مجتہد سے مطلوب وہی شرائط ہیں جو امام بخاری چاہتے ہیں کہ ''وہ کتاب کے معانی و وجوہ کو جمع کرے اور اس کے نظم کو یاد کرے، اس لئے کہ ناظر کے مقابلہ میں حافظ اس کے معانی کو زیادہ یاد رکھنے والا ہے..... اور سنت کی معرفت کے لئے پانچ شرائط ہیں: (۱) تواتر و آحاد کے طرق..... (۲) آحاد کے طرق اور رواۃ کی صحت کہ صحیح سنت پر عمل ہو..... (۳) اقوال کے احکام..... (۴) وہ معانی جن سے احتمالات کی نفی ہوتی ہے۔ (۵) متعارض اخبار میں ترجیح۔ (۴۸)

شاطبی کے خیال میں ان شرائط کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے اور انھوں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے: ''اصول فقہ میں تصنیف کردہ بیش تر مواد ان فنون پر مشتمل ہے جو عربی زبان کے مطالب ہیں، جن سے مجتہد کو ان ہی فنون میں (کلام کرنے اور) جواب دینے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، ان کے علاوہ مقدمات میں اس کیلئے تقلید کافی ہے، جیسے کہ احکام میں تصور اور تصدیق کے لحاظ سے گفتگو اور احکام حدیث اور اس جیسے مسائل۔'' (۴۹) شاطبی کی اس توجیہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصولی علماء کی کثیر شرائط اجتہاد سے کیوں دست بردار ہوئے، اس لئے کہ وہ شرائط دراصل عربی زبان کے مطالب میں داخل ہیں جن کو شاطبی نے ان کی درج ذیل دوسری شرط (مقاصدِ شریعت کے فہمِ کامل کی روشنی میں) احکام کے استنباط کی قدرت کے ذیل میں رکھا ہے۔

دوم: مقاصدِ شریعت کی روشنی میں استنباطِ احکام کی قدرت (اور عربی زبان کا علم):

گزشتہ اقتباس کے بعد ہی شاطبی نے یہ بھی لکھا ہے: ''حاصلِ کلام یہ کہ شریعت میں مجتہد کے لئے کلامِ عرب میں درجۂ اجتہاد حاصل کئے بغیر چارہ نہیں ہے.....'' (۵۰) اس طرح انھوں نے شرطِ دوم کا ذکر کیا جس کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ وہ عربی زبان کا علم ہے۔ چنانچہ شاطبی کہتے ہیں: ''دوم: فہم مقاصد کی روشنی میں استنباط احکام پر قدرت۔'' (۵۱) ظاہر ہے کہ

دوسری شرط پہلی شرط مقاصد شریعت کے فہم کی تکمیل کرنے والی ہے، وہ کہتے ہیں: ''شرط دوم شرط اول کی خادم جیسی ہے، اس لئے کہ استنباطِ احکام پر قدرت ان علوم و معارف کے واسطہ ہی سے ہوگی جن کی اولاً شریعت کے فہم میں ضرورت ہے۔'' اس لحاظ سے شرطِ دوم پہلے نمبر پر عربی زبان کی خادم ہوئی اور دوسرے نمبر پر استنباطِ احکام کی۔ لیکن مقاصد شریعت کے فہم کا پھل نتیجہ استنباط ہی کے ذریعہ سامنے آئے گا۔'' (۵۲)

اس لئے اجتہاد میں اصل چیز مقاصدِ شارع کا فہم ہے، اور دوسری شرط (استنباط) کا اس وقت تک وجود نہ ہوگا جب تک کہ اس کو تطبیق کے لحاظ سے جانا بوجھا اور سمجھا نہ جائے، اور یہ فہم، فہم کے متعین و مستحکم وسائل کے واسطہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہی وسائل تو ہیں جن کے ذریعہ مقاصدِ شریعت کے فہم کی بنیاد پر احکام کا استنباط ہوتا ہے۔ اس استنباط کا پھل (نتیجہ) اس فہم کے بغیر ظاہر نہ ہوگا۔

استاذ دراز نے اس مسئلہ کی ذرا تفصیل سے وضاحت کی ہے، وہ کہتے ہیں: ''کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کے خاص دلائل اور ان سے متعلق مفصل مباحث کی جزئیات کے ذریعہ پہلے مقاصدِ شریعت کا فہم حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ اس کی خدمت کرتا ہے، استنباط کے وقت ان سب کو ایک ساتھ جوڑنا اور ملانا ضروری ہے...... '' (۵۳) اس لئے اجتہاد کے عمل کی شمولیت کے لحاظ سے اس شرط کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ وہ وسیلہ کا وسیلہ شمار ہوتی ہے۔

دوسری جگہ شاطبی کہتے ہیں: ''یہ علوم و معارف اجتہاد کی ماہیت کا جزء نہیں ہیں۔ ہاں ان کے ذریعہ اجتہاد تک پہنچا جاتا ہے، اور کم از کم مقاصدِ شریعت کے فہم کے وسیلہ کے طور پر وہ معارفِ اجتہاد کے لئے ضروری ہیں۔'' (۵۴) اس لئے مقاصدِ شریعت کا فہم صحیح اجتہاد کا وسیلہ ہے اور مقاصد کا علم وفہم خاص معارف و وسائل کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ معارف و وسائل مقاصد اور ان کے فہم کا وسیلہ ہوئے، لہٰذا شرط دوم وسیلہ کا وسیلہ ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے وسیلہ سے روگردانی اختیار کی جائے، اس لئے کہ یہ ایک مستقل قاعدہ ہے کہ ''افضل مقاصد کا وسیلہ افضل وسائل میں سے ہوتا ہے۔'' (۵۵) اس بنیاد پر یہ قاعدہ بھی ہے کہ ''افضل وسیلہ کا وسیلہ افضل وسائل میں سے ہوتا ہے۔'' فقط دو شرطوں پر شاطبی کے اکتفا اور ان کی توجیہات سے واقفیت کے بعد ان علوم و معارف اور ادوات و وسائل کو معلوم کرنا باقی ہے جن کا انھوں نے اپنی تحریر میں حوالہ

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید) ☆☆☆

دیا ہے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ علماء کے نزدیک متفقہ طور پر علوم و معارف اور ادوات و وسائل سے مراد عربی زبان کا علم ہے اور ان کا یہ اتفاق اس بات میں خود شاطبی کے مجموعی اقوال سے اخذ کردہ ہے جو ذیل میں آ رہے ہیں:

شاطبی کہتے ہیں: ''اگر کوئی ایسا علم ہے کہ اس میں اجتہاد (کا درجہ) حاصل کئے بغیر شریعت میں اجتہاد نہ ہو سکتا ہو تو مجتہد یقیناً اس علم کے حصول کے لئے مجبور ہے...... اس لئے اس کو وہ علم مکمل طور پر حاصل کرنا ضروری ہے...... اور اس مرتبہ سے قریب ترین علم عربی زبان کا علم ہے......'' (۵۶) انھوں نے مزید کہا: ''زبان کے علوم کتاب وسنت (کے فہم) میں صحیح سمت کی طرف ہدایت و رہنمائی کرنے والے ہیں، ان کی حقیقت یہ ہے کہ ان کا تعلق معانی پر دلالت کرنے والے شرعی الفاظ میں غور وخوض کرنے کی فقہ سے ہے کہ ان کو کیسے حاصل کیا جائے اور ادا کیا جائے۔'' (۵۷) اسی طرح انھوں نے علم اصولِ فقہ کے مباحث میں علم کی شرط کے فقدان کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اصول فقہ میں جو فنون بھی تصنیف ہوئے ان کا بیش تر حصہ عربی زبان کے مطالب سے متعلق ہے جو مجتہد کو اس میں جواب دینے کے لائق بناتا ہے...... حاصلِ کلام یہ ہے کہ شریعت میں مجتہد کے لئے کلامِ عرب میں درجۂ اجتہاد حاصل کئے بغیر چارہ نہیں......'' (۵۸) مزید کہتے ہیں: عربوں کی زبان مقاصدِ شارع کی ترجمان ہے......'' (۵۹) نیز فرمایا: ''شریعت کو امیوں کے معہود (ذہنی) کی اتباع کے ذریعہ سمجھنا ضروری ہے۔ یہ وہ عرب ہیں جن کی زبان میں قرآن اترا۔'' (۶۰) اس بات کی تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''(شرعی) احکام پر (عربی زبان سے) استدلال اس وجہ سے ہے کہ وہ عربوں کی زبان ہے، محض کلام ہونے کی وجہ سے نہیں۔'' (۶۱)

اس کے علاوہ بھی مقصود واضح کرنے کے لئے شاطبی نے کئی جگہ تفصیلی بحث کی ہے، یہاں تک کہ انہوں نے عربی زبان کے علم کی وہ مقدار متعین کرنے کی کوشش کی ہے جو ایک مجتہد کو حاصل کرنا چاہئے۔ اس کے لئے انھوں نے کئی مقدمات قائم کئے۔ کہتے ہیں: ''یہ مبارک شریعت امی ہے، اس لئے کہ اس کے ماننے والے امی ہیں، اس لئے اس کو مصالح کے اعتبار و لحاظ کے ساتھ جاری کیا گیا......'' (۶۲) نیز ''شریعت کے فہم میں امیوں کے معہود (ذہنی) کی پیروی ضروری ہے، یہ وہ عرب ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا......'' (۶۳) ایک اور مقدمہ میں کہا: ''اللہ نے قرآن کو عربی (زبان میں) اتارا، اس میں کوئی عجمیت نہیں، اس معنی میں کہ وہ عربوں کی زبان کے الفاظ، معانی اور

اسالیب پر جاری ہے: إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيًّا ۔ (الزخرف: ۲) (یہ عربی زبان کا قرآن ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے) نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ، بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ٥ (الشعراء: ۱۹۳۔۱۹۵) (اس کو کھلی عربی زبان میں لے کر آپ کے دل پر معتبر فرشتہ اترا ہے تا کہ آپ ڈرانے والے ہوں) جب یہ بات ہے تو اللہ کی کتاب اس طریقہ کے بغیر نہیں سمجھی جاسکتی جس پر وہ نازل ہوا، یعنی اس کے الفاظ ومعانی اور اسالیب کا اعتبار ہوگا۔ (۶۴)

پھر عربی زبان کے علم کے احاطہ کی مقدار متعین کرتے ہوئے انھوں نے لکھا: ''شریعت میں غور کرنے اور اس کے اصول وفروع پر کلام کرنے والے پر واجب ہے کہ اس وقت تک وہ ان میں سے کسی چیز میں نہ بولے جب تک کہ وہ عربی زبان کی معرفت میں عرب یا عربوں جیسا نہ ہو جائے اور عربی زبان میں عربوں کے مبلغ علم کو نہ پہنچ جائے...... یہ مطلب نہیں کہ ان کی (قوت) حفظ کی طرح حافظ اور ان کے جمع (علوم) کی طرح جامع ہو جائے۔ مگر یہ مقصد ضرور ہے کہ فی الجملہ اس کا فہم عربی ہو جائے......'' (۶۵) حاصلِ کلام یہ کہ عربی زبان کے علم کی مقدار بقدر شریعت اور ان کے احکام کے فہم میں اس کی صحت وسلامتیٔ فکر ونظر ہوگی: ''اگر ہم فرض کریں کہ عربی زبان میں ایک شخص مبتدی ہوگا......'' (۶۶) الخ اس لئے اس پر ضروری ہے کہ وہ عربی زبان میں خلیل وسیبویہ وغیرہ ائمہ کے درجہ کو پہنچے۔ ہاں شاطبی کے بقول (۶۷) مجتہد کیلئے غیر عربی علوم کا عالم ہونا لازمی نہیں۔'' (۶۸)

شاطبی سے پہلے یہ شرط امام غزالی نے رکھی تھی اور اس پر زور دیا تھا، چنانچہ انھوں نے اس شرط کی بابت لکھا تھا: ''مجتہد کو نحو ولغت کی اتنی معرفت ہونی چاہئے کہ وہ اس کے ذریعہ آسانی سے عربوں کا خطاب ومخاطبت سمجھ لے۔ یہ کتاب وسنت سے استفادہ کے لئے خاص ہے۔ یعنی اس کو زبان کی اتنی مقدار آنی چاہئے کہ اس کے ذریعہ عربوں کے خطاب اور استعمال کی عادت کا فہم اس حد تک ہو جائے کہ کلام کے صریح، ظاہر، مجمل، حقیقت، مجاز، عام وخاص...... میں فرق وتمیز کر لے۔ صرف اتنی تخفیف (چھوٹ) ہے کہ اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ خلیل ومبرد کے درجہ کو پہنچ جائے، بلکہ وہ مقدار مطلوب ہے جس کے ذریعہ مجتہد خطاب کے مواقع پر قابو پالے اور اس سے مقاصد کے حقائق کا ادراک کر لے۔'' (۶۹) غزالی کے کلام میں بالکل صفائی سے عربی زبان میں درجۂ اجتہاد حاصل کرنے کی شرط کی نفی ہے، تو اس سے شیخ ابوزہرۃ نے کیسے بالکل برعکس مطلب سمجھا؟ اور غزالی کا قول نقل کرنے کے بعد کہا: (خطاب اور ادراک حقائق کا فہم) کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا سوائے اُس

شخص کے کہ جو (زبان میں) درجۂ اجتہاد کو پہنچ جائے۔'' (۷۰)

امام غزالی کے ظاہر قول سے شاطبی کے سابق کلام کے مناقض بات معلوم ہوتی ہے، مگر بات یہ ہے کہ شاطبی خود اس سے غافل نہیں ہوئے، بلکہ غزالی کا مقصود واضح کرتے ہوئے کہا: ''یہ نہ کہا جائے کہ عربی زبان کے فہم میں مبالغہ کی اصولی علماء نے نفی کی ہے...... غزالی نے تو کہا ہے...... جس چیز کے لازم ہونے کی نفی کی ہے وہ شرط سے مقصود نہیں، بلکہ مقصود فہم کو آزاد کرنا ہے۔ یہاں تک کہ اس مقدار میں (مجتہد) عربوں کے مشابہ ہو جائے۔ یہ تو خود عربوں کے لئے بھی شرط نہیں ہے کہ وہ پوری زبان جانتے ہوں اور دقائق لغت کا استعمال کرتے ہوں۔ یہی حال عربی زبان میں مجتہد اور شریعت میں مجتہد کا ہے۔'' (۷۱) پھر اس مسئلہ کو ختم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''حاصل کلام یہ کہ شریعت میں مجتہد کو کلامِ عرب میں درجۂ اجتہاد تک پہنچنے سے چارۂ کار نہیں۔ بایں طور کہ اس زبان کا خطاب اس کے لئے بے تکلف صفت بن جائے اور اگر اس کو توقف ہو تو صرف اتنا جتنا کہ کسی ذہین عقل مند شخص کو ہوتا ہے۔'' (۷۲) اس طرح وہ دلیل پر صحیح غور و فکر کرے گا اور اس سے یقینی احکام نکالے گا۔'' (۷۳)

شاطبی نے اجتہاد میں عربی زبان کی اہمیت کا یقین دلانے کے لئے کچھ مثالیں بھی دی ہیں اور بتایا ہے کہ زبان کے علم کی بدولت مجتہد استنباط میں غلطیوں سے کیسے بچ جاتا ہے۔ ان مثالوں میں سے چند یہ ہیں: (۱) فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ط (النساء:۳) (تو تم اپنی پسند کی دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کرلو) اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے کسی نے دو، تین اور چار کا حاصل جوڑ بنایا اور نو عورتوں سے نکاح کے جواز کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اصل میں اس نے کلام عرب میں مُفْعَل اور فُعَال کے معنی نہیں سمجھے۔ یعنی اگر تم چاہو تو دو دو، تین تین اور چار چار (کی تفصیل) سے شادی کرو، نہ کہ جیسا بعض لوگوں نے گمان کیا۔'' (۷۴) تو عرب کے استعمال میں مُفْعَل اور فُعَال کے معنی معلوم نہ ہونے کی وجہ نے اس نادان سے دو، تین اور چار کا جوڑ لگوا دیا اور بات شارع کے مقصود اور آیت کے معنی دونوں سے باہر نکل گئی۔ اس لئے اس اس کا اجتہاد قابل رد ٹھہرا۔ (۲) کوئی یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے، البتہ اس کی چربی حلال ہے، اس لئے کہ قرآن کی تحریمی آیت میں لحم (گوشت) نامزد کیا گیا ہے، چربی نہیں۔ اس نادان کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ عربی میں لحم گوشت اور چربی دونوں پر بولا جاتا ہے، جبکہ شحم صرف چربی کے

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

لئے مخصوص ہے، تو مذکورہ دعویٰ نہ کرتا۔'' (۷۵) ایسے شخص کا اجتہاد بھی رد ہوا۔ اس لئے کہ اس نے عربی زبان اور اس کے قواعد کی خلاف ورزی کی، جو کہ قرآن کی زبان ہے۔

۵۔ خاتمہ:

کئی صدیوں تک اصولِ فقہ کے علماء اجتہاد اور مجتہد کے لئے شرائط کی ایک لمبی فہرست لئے افق پر چھائے رہے کہ جو شخص اجتہاد اور افتاء کا منصب حاصل کرنا چاہے اس کو فلاں فلاں اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔ شاطبی آئے تو انھوں نے قاعدوں، ضابطوں، شرائط اور مقداروں وغیرہ کو مختصر کر کے صرف دو شرطوں میں محصور کر دیا۔ سوائے بعض ان چیزوں کے جو دو بنیادی شرائط کی خدمت گار ہیں۔ یہاں تک کہ دوسری شرط (عربی زبان کا علم) بھی پہلی شرط (اسلامی شریعت کے مقاصد) کے خادم کی حیثیت سے ہے۔ شاطبی کے تمام اجتہادات کا جوہر شریعت کے مقاصد اور اس کے عام کلیات کو شریعت اسلامی کے نصوص میں ہر غور وفکر اور اجتہاد کی بنیاد بنانے اور فقہاء کے اختلافات کے اسباب کو کم کرنے میں پوشیدہ ہے۔ ان اختلافات کی وجہ یہ تھی کہ مقاصدِ شریعت کے فہم میں کسی خاص منہاج (طریق کار) کی پیروی نہیں کی جاتی تھی، اس لئے قواعد ومسالک بڑھتے چلے جاتے تھے، جن کی پیروی ہر مجتہد کو اجتہادی عمل میں کرنی ہوتی تھی۔ ہم ان قواعد ومسالک کی اہمیت کا اگرچہ انکار نہیں کرتے، لیکن صرف ان پر زور دینا اور شارع کے مراد ومقصود اور اس کے مصادر سے صرفِ نظر اجتہادی عمل سے مقصود ومطلوب غرض وغایت تک کبھی بھی نہیں پہنچا سکتا۔

یہ بات شاطبی کی بنائی ہوئی اجتہاد کی اقسام سے مزید واضح ہوتی ہے۔ یہ اقسام اگرچہ قیاس کی بحث میں اصولی علماء کے لئے معروف تھیں، لیکن ان کو اجتہاد کے باب میں داخل کرنے سے شارعِ حکیم کے مقاصد معلوم کرنے اور ہر اجتہادی عمل میں ان مقاصد کا پتہ لگانے میں ان اقسام سے استفادہ کی وجہ سے ان کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، تاکہ شریعت کے کلیات اور اس کے عام قواعد کو سمجھ بوجھ کر ان کی تطبیق کے ساتھ اجتہاد زیادہ صحیح یا صحیح کے زیادہ قریب ہو۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

حواشی ومراجع

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۳/۱۳۲۔

۲۔ فیروز آبادی، القاموس المحیط، مکتبہ النوری دمشق، ۱/۲۸۶۔

۳۔ الغزالی، المستصفی فی علم الاصول، طبع دوم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، ۲/۳۵۰

۴۔ جمال الدین اسنوی، نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول، عالم الکتب، ۴/۵۲۴۔

۵۔ ابن قدامۃ، روضۃ الناظر و جنۃ المناظر، دارالقلم بیروت، ص ۳۵۲۔

۶۔ محمد بن علی شوکانی، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من الاصول، دارالفکر، ص ۲۵۰

۷۔ عبدالعزیز بن احمد بخاری، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، دارالکتاب الاسلامی القاہرۃ، ۴/۱۴۔

۸۔۱۰ ابو اسحٰق شاطبی، الموافقات، شرح : عبداللہ دراز، ترقیم: محمد عبداللہ دراز، دارالمعرفۃ بیروت، ۴/۱۱۳، ۹۸۔

۱۱۔ ایضاً، ۴/۸۹، المستصفی، ۲/۲۳۰۔

۱۲۔ الموافقات، ۴/۹۰۔

۱۳۔۱۵ المستصفی، ۲/۲۳۰۔

۱۶۔ احمد ریسونی، نظریۃ المقاصد عندالامام الشاطبی، طبع دوم، الدار العالمیۃ للکتاب الاسلامی، الریاض، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، ص ۲۹۵۔

۱۷۔۲۶ الموافقات، ۴/۹۲، ۹۳، ۹۲! ۹۱۔۹۲، ۹۳، ۹۰۔۹۱، ۹۲۔۹۳، ۹۳، ۹۵، ۹۵۔۹۶۔

۲۷۔ المستصفی، ۲/۲۳۱۔۲۳۲۔

۲۸۔ الموافقات، ۴/۹۶۔

۲۹۔ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، دارالتراث القاہرۃ، ۱۳۵۵ھ، ۱/۱۳۷۔

۳۰۔۳۸ الموافقات، ۳/۳۰۴، ۲۹۹، ۴/۹۷، ۹۸، ۹۸، ۹۹، ۹۹، ۹۹۔۱۰۳، ۱۶۷، ۱۶۷۔

۳۹۔ ایضاً، ۴/ ۱۶۷، محمد سلام مدکور، الاجتھاد فی التشریع الاسلامی، دار النہضۃ العربیۃ، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، ص ۴۶۔

۴۰۔۴۳ الموافقات، ۴/ ۱۰۵، ۲/ ۱۰۲، ۴/ ۱۷۰، ۱/ ۲۹ (حاشیہ)

۴۴۔ محمد ابو زہرۃ، اصول الفقہ، دار الفکر العربی، ص ۳۸۶۔

۴۵۔ کشف الاسرار، ۴/ ۲۷ وما بعد۔

۴۶۔ ابواسحٰق شاطبی، الاعتصام، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، ۲/ ۲۹۳۔

۴۷۔ الاجتہاد فی التشریع الاسلامی، ص ۱۱۲۔

۴۸۔ کشف الاسرار، ۴/ ۲۷۔

۴۹۔ الموافقات، ۴/ ۱۱۸، حاشیہ میں استاذ دراز کا اضافہ: کاسباب النزول و مواقع الاجماع

۵۰۔۵۴ الموافقات، ۴/ ۱۱۸، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۷، (حاشیہ)، ۱۱۳۔

۵۵۔ ابوالعباس شہاب الدین قرافی، شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول، تحقیق: طٰہٰ عبدالرؤف سعد، طبع دوم، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ القاہرۃ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء ص ۴۴۹

۵۶۔ الموافقات، ۴/ ۱۱۴۔

۵۷۔ الاعتصام، ۱/ ۳۸۔

۵۸۔۶۳ الموافقات، ۴/ ۱۱۷، ۳۲۴، ۲/ ۸۲، ۹۶، ۶۹، ۸۲۔

۶۴۔۶۵ الاعتصام، ۲/ ۲۹۳۔۲۹۴، ۲۹۷۔

۶۶۔۶۸ الموافقات، ۴/ ۱۱۵، ۱۱۵، ۱۱۸۔

۶۹۔ المستصفی، ۲/ ۳۵۱۔۳۵۲۔

۷۰۔ اصول الفقہ، ص ۳۸۰۔

۷۱۔۷۲ الموافقات، ۴/ ۱۱۶۔۱۱۷، ۱۱۸۔

۷۳۔ الاجتہاد فی التشریع الاسلامی، ص ۱۱۲۔

۷۴۔۷۵ الاعتصام، ۲/ ۳۰۲، ۳۰۳۔

(سہ ماہی آفاق الثقافۃ والتراث، دبئی، ۱۳/ ۴۹، اپریل ۲۰۰۵ء، صفحات ۶۔۱۸)

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)